لے دے کے رہ گئی ہے یہی اپنی کائنات

صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی

حکیم الامت علامہ اقبالؒ سے چند ملاقاتوں کی یادداشت پر مشتمل فقیر سیّد وحید الدّین کی انتہائی دلچسپ اور یقین افروز کتاب "روزگار فقیر" میں شاعرِ مشرق سے ملاقات کا حال یوں درج ہے کہ ایک صاحب نے حضرتِ علامہؒ سے پوچھا "غازی علم الدّین کی موت شہادت ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا، اس کا انحصار نیّت پر ہے اس کے بعد سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ حقیقت ذہن میں ہو کہ حملہ آور کا اصل مقصد پیغمبر کے ذاتی وقار کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اس کے لائے ہوئے پیغام کو مجروح اور اس ایمانِ محکم کو متزلزل کرنا ہے جو اس پیغامِ رشد و ہدایت پر قائم و استوار ہے تو یہ حملہ صرف انسانی یا پیغمبرانہ وقار کا قتل نہیں رہتا بلکہ اس ایمان اور عقیدہ کا قتل بن جاتا ہے اس کوشش یا اقدام کے خلاف ہر مدافعت یقیناً صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہوتی ہے اور وہی اس کا ٹھیک ٹھیک اجر دینے والا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ کہہ کر نہایت رقّت آمیز لہجہ میں فرمایا:

"میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر یہ کہے کہ تمہارے پیغمبرؐ نے ایک دن میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔"

آج ملعون رشدی کی خرافات و ہفوات پر مشتمل "سٹانک ورسز" جیسی ہذیان زدہ کتاب کے پس منظر میں عالمِ اسلام کے جذبات کی حضرت علامہ کے درج بالا احساسات بھرپور اور پُرجوش ترجمانی اور عکاسی کر رہے ہیں وہ حضرت علامہؒ نے فرمایا ہے کہ ؎ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

دراصل یورپ کو اس خاص ترکیب کا ابھی تک ادراک حاصل نہیں ہو سکا ورنہ وہ ملعون رشدی کے مسئلے کو حقوقِ انسانی، آزادیٔ رائے اور جمہوریت کا مسئلہ نہ بناتا۔

یورپ کے مفکرین کے ہاں انسان اور قوم کے اجزائے ترکیبی اس سے بالکل مختلف ہیں جن کا تصوّر ایک مسلمان کے ہاں موجود اور مستحکم ہے، ان کے ہاں انسان کیا ہے؟ بندر کی ترقی یافتہ شکل، چار چھ گیلن پانی، فاسفورس، کولیسٹرول، آئرن کی مخصوص مقدار اور ایسی ہی چند دوسری دھاتوں کے آمیزہ کا نام انسان ہے، اور بس! اسی طرح قوم یا تو نسل سے وجود میں آتی ہے یا وطن سے اور یا رنگ اور زبان سے، مگر ہمارے ہاں نہ انسان اتنا بے قیمت ہے اور نہ اس کی ساخت اتنی بیہودہ کہ منڈی یا دکان پر اس کا مول تول چند سو روپوں میں ہو جائے اور اسی طرح قوم یا ملت نسل، وطن، رنگ اور زبان جیسے مکڑی کے جالوں سے تشکیل نہیں پاتی بلکہ ہمارے ہاں انسان خلیفۃ اللہ فی الارض اور امانتِ الٰہی کا حامل اور امین ہے اور انسانوں ہی سے پیغمبر اور رسول مبعوث کیے گئے اور قوم رنگ و نسل اور وطن اور زبان سے نہیں عقیدہ و ایمان سے بنتی ہے۔

یورپ یہ سمجھتا ہے کہ پیغمبر بھی تو انسان ہوتا ہے اگر اس کے بارے میں کچھ لکھ دیا جائے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اور اگر کوئی قوم کسی تحریر پر ناراض ہوتی ہے تو یہ کونسی پریشانی کی بات ہے؟ یہ یورپ کی اس کج فہمی اور بدفکری کا شاخسانہ ہے جو انسان اور قوم کے حوالے سے اس کے اندر رائج ہے، وہ انسان کو دھات، پانی اور ہوا کا آمیزہ اور قوم کو رنگ، نسل زبان اور وطن کا مجموعہ سمجھ کر انسانیت کے تقدس اور ملت کے تشخص کو فراموش کر دیتا ہے اس لیے وہ توہینِ رسالت ایسے فعلِ قبیح کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھنے کی زحمت نہیں کرتا، اور ہمیں بھی اس سے چنداں غرض نہیں کہ وہ انسان اور ملت کے بارے میں اپنے نظریات میں ضرور تبدیلی لائے لیکن ہم اسے یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک مسلمان کی سوچ کیا ہے؟

ہر انسان آکسیجن سے سانس لیتا ہے لیکن مسلمان کی سانس کا دوسرا نام عشقِ رسولؐ ہے ہر انسان پانی پی کر جیتا ہے لیکن مسلمان حُبِّ رسولؐ کی آب و ہوا میں زندہ رہتا ہے ہر انسان آنکھ سے دیکھتا ہے لیکن مسلمان کی آنکھ کا سُرمہ خاکِ مدینہ و نجف ہے، ہر انسان کے پہلو میں دل دھڑکتا ہے لیکن مسلمان کے دل کی دھڑکن یادِ رسولؐ ہے، ہر انسان کی رگوں میں خون دوڑتا ہے لیکن مسلمان کی رگوں میں محبّت

آلِ رسولؐ گردش کرتی ہے، ہر انسان زندگی کو زندگی سمجھ کر بسر کرتا ہے لیکن مسلمان خُدا و رسُول کی خوشنودی کے لیے زندگی گزارتا ہے، ہر انسان آزادی کا خواہاں ہے لیکن مسلمان غلامیٔ رسولؐ کا طلبگار ہے ہر انسان موت سے خوفزدہ رہتا ہے لیکن مسلمان شہادت کی آرزو رکھتا ہے، ہر انسان نفع و نقصان کے حوالے سے سوچتا ہے لیکن مسلمان ہر چیز کو عقیدہ و ایمان کے ترازو میں تولتا ہے، ہر انسان اپنی ناموس کی فکر میں رہتا ہے لیکن مسلمان اپنی جان کو حُرمتِ رسولؐ پر لُٹا دینے کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہے۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

یورپ رُشدی کے واجب القتل ہونے کے فتوے کو حقوقِ انسانی قرار دیتا ہے اس سے بڑھ کر لطیفہ کیا ہوگا کہ کون سا انسان؟ جو ان کے نزدیک بندر کی اولاد ہے، اور کیسا حق؟ جن کے ہاں کالا اور گورا دیکھ کر حقوق متعین ہوتے ہیں، انسان کے مقدّس ہونے کا تصور مسلمان کے ہاں ہے اور اس کے حقوق کا تحفظ بھی سب سے پہلے اسلام نے کیا ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات اور کالے اور گورے اور بندہ و آقا کی تمیز کو فسادِ آدمیت قرار دیا ہے، اور تاریخ نے اپنی آنکھوں سے علیؓ و بلالؓ کو دوش بدوش چلتے اور نواسۂ رسول امام حسنؓ اور غلام زادہ اسامہ بن زیدؓ کو آغوشِ رسولؐ میں زانو بہ زانو بیٹھے دیکھا۔ (بخاری: ۲: ۸۸۸ طبع دہلی۔ طبقات ابن سعد: ۴: ۶۲ بیروت)

ہم جب رُشدی کو واجب القتل قرار دیتے ہیں تو یہ فتویٰ محض ایک فرد، ایک آدمی اور ایک انسان کے خلاف نہیں بلکہ ہر وہ سُوچ واجب القتل ہے جو دلوں سے احترامِ رسولؐ فنا کرتی ہے، وہ ذہنیت واجب القتل ہے جو گستاخیٔ رسولؐ کا سوچتی ہے، وہ قلم واجب القتل ہے جو پیغمبرؐ کے خلاف لکھتا ہے اور وہ زبان واجب القتل ہے جو نبی کے خلاف بکتی ہے اور پیغمبر بھی ایسا جو محض مسلمانوں کا نبی نہیں انسانیت کا محسن ہے حقوقِ انسانی کا نگہبان ہے ناموسِ آدمیت کا محافظ ہے جس نے انسان کی حرمت کو کعبے سے افضل اور انسان کی ذات کو رازِ الٰہی قرار دیا، ایسے پیغمبر کی توہین وقارِ انسانی کی توہین ہے، ناموسِ آدمیت پر حملہ ہے شرفِ آدم کی گستاخی ہے جو شخص انسانیت کی آن کو ملحوظ نہیں

رکھنا کسی کو اُس کی جان کا لحاظ کیسے ہو سکتا ہے ؟

ملعون رشدی کے اس مکروہ قضیے میں یورپ کا ایک اور نفسیاتی مسئلہ بھی ہے اور بدقسمتی سے عالم اسلام کی بعض کمزوریاں اور کوتاہیاں یورپ کو ایسے مسائل پیدا کرنے پر ابھارتی ہیں اس کا نفسیاتی پرابلم یہ ہے کہ تاریخ کے ہر موڑ پر اُسے اگر سابقہ پیش آیا ہے تو اسلام سے آیا ہے اور اسلام سو بار ڈوب کر بھی بڑی شان سے پھر طلوع ہوا ہے اور زمانے کی سائنسی کروٹیں، دنیا کے فلسفیانہ مغالطے، ٹیکنالوجی کی بے محابا طاقت، میڈیا کے بے شمار حملے اور کھلی جارحیتیں سب کی سب نہ اسلام کی حقانیت اور آفاقیت کو جھٹلا سکی ہیں اور نہ مسلمانوں کے جوہر کو کجلا سکی ہیں، یورپ نے ہر حربہ آزما کر دیکھا صلیبی جنگوں سے لے کر عہد حاضر کی سازشوں تک اسلام اور اہلِ اسلام نے ہر زخم سینے پہ کھایا ہے مگر پیٹھ نہیں دکھائی ۔

ترکی خلافت کا سقوط، عرب اور ترک محاذ آرائی، ننگی طاقت اور تلبیس سے عالم اسلام کا ایک بڑا حصہ شکنجۂ پیں کس دنیا اور آج "جنگجو اسلام" اور "بنیاد پرستی" ایسی اصطلاحات کی آڑ میں مسلمانوں کو وحشی بدو، دہشت گرد، اور نہ جانے کیا کیا باور کرانے کی مہم یہ ساری کڑیاں اسلام اور اہلِ اسلام کو موم کی ناک بنانے کے سلسلے سے تعلق رکھتی ہیں، یورپ نے سوچا کہ جنگ مسلط کر دی جائے تو مسلمان ہار مان جائیں گے اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے تو اہلِ اسلام گھٹنے ٹیک دیں گے، ایٹمی ٹیکنالوجی پہ پابندی لگا دی جائے، عالم اسلام جھک جائے گا، یورپ نے یہ سارے پاپڑ بیلے مسلمانوں کا ناک میں دم ہوا لیکن ہر بار اپنے بال و پر جھٹک کر محوِ پرواز ہو گئے، یورپ نے بڑے گہرے تفکر اور شیطان کے اپنی مجلسِ شوریٰ سے خطاب کو خوب سمجھ کر اب یہ رستہ نکالا ہے کہ

؎ یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

ملعون رشدی کی اس کتاب کا لُبِّ لباب یہی ہے کہ مسلمانوں کے دل سے حُبِّ نبیؐ کی تپش چھین لی جائے تو مسلمان خود بخود راکھ کا ڈھیر بن جائیں گے، اور پھر اس راکھ پہ پانی کے چند چھینٹے چھڑک کر اُسے زمین کے برابر کر دیا جائے ۔

لیکن یہاں یورپ کو پھر ٹھوکر لگی اُس نے حکمرانوں کے آئینے میں عام مسلمان کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی، اس نے سمجھا کہ ان میں زندگی کی رمق نہیں رہی ان کے اعصاب شل ہو گئے ہیں ان کے دل بجھ گئے ہیں، ان

کے جذبات سوگئے ہیں اور اب صور اسرافیل پر بھی بڑی مشکل سے اُٹھیں گے لُسے یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ لاریب مسلمان اپنی تہذیب سے ناآشنا ہوگئے ہیں، اپنا نظامِ حکومت بھول بیٹھے ہیں اپنی شکل و صورت بگاڑ بیٹھے ہیں، اپنی اقتصادیات گروی رکھ بیٹھے ہیں مگر اس سب کے باوجود آج بھی اپنے دل کا سودا بازارِ عشقِ مصطفیؐ میں کرتے ہیں ۔

اگرچہ مسلمان ہزار بار سرِ راہ لُوٹے گئے یورپ انہیں لُوٹ کرلے گیا، امریکہ لُوٹ رہا ہے لیکن خود جب لٹانے پر آتے ہیں تو اپنا سب کچھ ناموسِ مصطفیؐ پر لُٹا کر خوش ہوتے ہیں بلکہ اس پر بھی مطمئن نہیں ہوتے اور کہتے رہ جاتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

رشدی ملعون نے تو براہِ راست حملے کئے ہیں مسلمان تو اشارے اور کنائے کی گستاخی کو بھی ناقابلِ معافی قرار دیتے ہیں، مسلمان کے نزدیک نعلینِ نبیؐ کی نوک تاجِ شاہی سے زیادہ معظم اور محترم ہے، اُن کے ہاں آپ کا نقشِ کفِ پا سجدہ گاہِ عشق ہے، اہلِ اسلام کہکشاں کو آپ کے قدموں کی دُھول سمجھتے ہیں اربابِ عشق کلی کی چٹک کو تبسّمِ رسولؐ کا صدقہ سمجھتے ہیں صاحبانِ نظر کے عقیدے میں آبِ حیات اُن کے تلووں کا دھوون ہے خلعتِ شاہی آپ کے لباس کی اُترن ہے، دیارِ حبیبؐ کے کوچے جنّت کے باغیچے ہیں بلکہ دردمندانِ عشق ہر اُس شخص کو اپنا امام سمجھتے ہیں جو ان کی گلی کا گدا ہو، خواجہ فریدؒ نے کہا ہے۔

توڑیں دھکڑے دھوڑے کھاندڑی آں
تیڈے نام توں مفت وکاندڑی آں
تیڈے باندیاں دی میں باندڑی آں
ہِم در دے کُتیاں نال ادب

یورپ نے شیطانی کتاب کے ذریعے چاہا ہے کہ مسلمانوں کی سیاست عدمِ استحکام کا شکار ہے، حکمران استعمار کے آلۂ کار ہیں، معیشت مفلوج ہے، اور دفاع کمزور ہے، لے دے کے ایک حُبِّ نبیؐ کا جذبہ ہے اگر وہ بھی کسی طرح ان کے دلوں سے نکال لیا جائے تو مسلمان ہمیشہ کیلیے غلام بن جائیں گے، یورپ ہم سے ہماری یہ کائنات چھین لینا چاہتا ہے، اہلِ اسلام اپنے ہر معاملے میں غافل واقع ہوئے

ہیں لیکن ناموسِ رسولؐ اور حُبِّ نبیؐ ان کو اپنے مال، اپنے وطن، اپنی اولاد اور اپنی جان سے بھی عزیز رہی ہے اور متاعِ عزیز فراموش کرنے والی چیز نہیں ہوتی، اور یہی وہ متاعِ عزیز ہے جس کے سہارے مسلمان زندہ ہیں ورنہ زندگی کا جواز کیا رہ جاتا ہے؟

اِک عشقِ مصطفےٰ ہے اگر ہو سکے نصیب
ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں